**تصوف کے حوالہ سے حضرت سید موسیٰ پاک شہیدؒ کی خدمات،تجزیاتی مطالعہ**

**Contributions of Hazrat Syed Moosa Pak Gilani Shaheed Rehmatullaheleh with reference to Sufism, analytical study**

**Syed Iftikhar Ali Gilani**

Lecturer, Department of Islamic Studies, Institute of Southern Punjab, Multan, Pakistan,

PhD Scholar ISTAC, IIUM

Email: **gilaniiium@gmail.com**

**Prof. Dr. Saeed U Rahman**

HOD, Department of Islamic Studies, Institute of Soutern Punjab, Multan

Email: **prof.saeed@yahoo.com**

**Fozia Sadaf**

M.Phil. Scholar ISP Multan

Email**: foziasadaf17@gmail.com**

**ABSTRACT**

The brief document is related with the life history of Syed Moosa Gillani, his great contribution regarding his temperament towards mysticism, and his experiences to the same discipline. It is enviable for us that pedigree of Moosa Gillani is associated with Hazrat Hassan Bin Ali adiallah unho, who is the beloved grandson of Hazrat Muhammad (s.a.w.) He is born in Uch Shareef in 1545, and being born in the pious family, he leads his life in a holy atmosphere. In the spiritual growth of Hazrat Moosa the main role is played by his father, Makhdoom Syed Hamid. He from the very early of age of his son started the “purification of self”. It is the fact that he posseses a great status not only among the holy people of Multan but in the whole sub- continent. His name is recalled among the great mystics of the time. His inner holy self not only enlightens the one place, but the light of his holism spreads many zones of the world.

**Keywords**: Moosa Pak, Mysticism, Self Purification, Multan.

 تاریخ اسلام میں صوفیاءکرام کا کردار ہمیشہ روشن رہا ہے۔ ان کا طریقہ امت مسلمہ کے اسلاف، کبار صحابہؓ و تابعینؒ اور بعد کے لوگوں کے ہاں ہمیشہ حق و ہدایت کا راستہ رہا، اس کی بنیاد عبادت خداوندی پر استقامت، اﷲ تعالیٰ کی طرف رجوع اور اس سے محبت، دنیا کی چکاچوندی سے بے رغبتی، اعلیٰ اخلاقی اقدار کے فروغ اور خدمت خلق کے جذبہ سے سرشاری پر استوار ہے اور یہ طریقہ اسلام کی بنیادی تعلیمات کا ناگزیر جزو ہے۔

 آج پاکستانی معاشرہ مفادات پرستی، تنگ نظری، انتہا پسندی، عدم برداشت، انسانیت بیزاری، استحصال، ظلم اور طبقاتیت جیسے عفریتوں کے چنگل میں گرفتار ہے۔ اس تناظر میں مسلم معاشرہ کو اپنے اس شاندار تاریخی ورثہ سے شعوری طور پر آگاہ کرنا ضروری ہے جس میں بکھرے ہوئے انسانوں کے لئے اتحاد و یگانگت کا پیغام ہے، خداپرستی کے ذریعہ غیراﷲ کی پرستش اور بالادستی کی مکمل نفی ہے، خواہ وہ فرقہ پرستی ہو یا طبقہ پرستی، سرمایہ پرستی ہو یا مفاد پرستی، طاغوت پرستی ہو یا اناپرستی، یہ ورثہ ان خداپرستوں کی روحانیت اور معاشرتی تعمیر و ترقی کی کاوشوں کا نمائندہ ہے جن کو اﷲتعالیٰ کے سامنے سجدہ ریزی نے دنیاوی حرص و ہوس اور خوف و مرعوبیت سے آزاد رکھا اور اسی حریت و آزادی کا پیغام وہ معاشرہ میں منتقل کرتے رہے۔

 تصوف اور صوفیاءکے حوالہ سے ملتان کو تاریخ میں ایک منفرد مقام حاصل ہے، جن شخصیات کے سبب دنیا کا یہ قدیم ترین آباد شہر، مدینة الاولیاءقرار پایا، ان میں دسویں صدی ہجری کے آثار نظر آتے ہیں ، وہ معاشرتی سطح پر کسی انارکی یا اضطراب کو ہوا دیئے بغیر پوری استقامت کے ساتھ درست سمت میں رہنمائی کرتے ہیں ۔

 سید موسیٰ پاک شہید محض وراثتی سجادہ نشین نہ تھے بلکہ تزکیہ و احسان کی راہ کے خود بھی شہسوار تھے اور ان کی تصنیف، ان کے علمی اور روحانی مرتبہ کی نمائندگی کرتی ہے جو آج بھی سالکان طریقت کے لئے شریعت کے متوازن راستہ کی نشاندہی کرتی ہے۔

امت میں اصلاح احوال کے حوالہ سے تعامل کی جو مضبوط روایت پائی جاتی ہے وہ صوفیاءکے حوالہ سے بھی اپنی پہچان رکھتی ہے۔ انہوں نے معاشرہ میں فراوانی دولت کے ماحول میں اس کے مضر اثرات پر نظر رکھتے ہوئے زہد پر زور دیا جس کا مقصد دل و دماغ کو حب دنیا سے پاک رکھنا تھا تاکہ حب مال اور حب جاہ کے مفاسد کا تدارک کیا جا سکے، اسی طرح مذہب کی رسمیات کی فضا میں انہوں نے حب الٰہی کی جوت جگائی اور ظاہر شریعت کے ساتھ ساتھ دین کی روحانیت اور مقصدیت کا احیاءکیا۔

 یہی صوفیاءتھے جنہوں نے اپنے دور کے بادشاہوں کے نظام کے تابع مہمل بننے کی بجائے اپنی آزاد حیثیت میں معاشرہ کی رہنمائی کی، عوامی طبقات کی دلجوئی کی، ان کو معاشرہ کے بااثر حلقوں کے مقابلہ میں طاقت فراہم کی اور اقتدار کے حصول کے منصوبوں سے الگ تھلگ رہتے ہوئے عوام الناس کے حقوق کی نگہبانی کی، حتی کہ سامراجی نوآبادیاتی دور میں ان صوفیاءنے آزادی و حریت کی خاطر بزم رزم بھی سجائی، یہ گوشہ نشین راہب نہ تھے بلکہ معاشرے کے نباض تھے اور دگرگوں حالات میں پریشان حال افراد کے دلوں میں امید کے روشن چراغ جلانے والے تھے۔

 تصوف کے بعض ناقدین، صوفیاءکی بعض تعبیرات کے ظاہری معانی سے اپنی جرح و قدح کے طوطے مینا بنانے کے ماہر ہیں ، اگر وہ صوفیاءکے طرز فکر وعمل پر مجموعی انداز سے غور کریں اور درپیش حالات کے پس منظر میں اس کاجائزہ لیں تو انہیں ان ”قابل اعتراض“ تعبیرات کی توجیہ تک پہنچنا کچھ مشکل نہ ہو گا، یہ ممکن ہے اور شاید درست بھی ہو کہ ان تعبیرات کی متبادل تعبیرات زیادہ موزوں ہو سکتی تھیں مگر ان کو سرے سے شریعت کے متوازی قرار دینا یقینا ایک قسم کی فکری انتہاپسندی ہے، جو بعض روشن خیال حلقوں نے اپنا رکھی ہے، اور وہ اسی طرح قابل اصلاح ہے جس طرح تصوف کے نام سے فرسودہ روایات اور خلاف عقل و شعور حرکات و سکنات اور اصول شریعت سے انحراف پر مبنی تصورات مسترد کئے جانے کے لائق ہیں ۔

 تصوف محض قال کا نمائندہ نہیں کہ صرف تصوف کی کتابوں سے تخیل کا تانا بانا بنا جائے بلکہ وہ عمل اور حال میں مثبت تبدیلی کا نام ہے جس کے لئے حق پرست صوفیاءکی زندگیوں میں جھانکنا ہو گا، اس لئے نہیں کہ ان کے مجاہدات کے طول و عرض ناپ کر اس سے اپنے اعتراضات کا لباس تیار کیا جائے بلکہ اس لئے کہ انہوں نے اپنے گردوپیش کے ماحول میں کس طرح کی صحت افزا تبدیلی کی آبیاری کی، ظلم و کفر اور استحصال و شرک کی قوتوں کی معاشرتی گرفت کو کسی طرح نیم جان کیا اور دین فطرت کی پذیرائی کے لئے کیسی زمین تیار کی اور یہ کہ ان کی شبانہ روز محنت کو مزید نکھارنے کے لئے اگلی پیش قدمی کس طرح ممکن ہو سکتی ہے۔

 تصوف اور صوفیاءکے موضوع پر معروضی حقائق کے پس منظر میں متوازن تجزیہ کے ساتھ کام کرنے کی اہمیت آج کہیں زیادہ ہے۔ کیونکہ تصوف کے نام سے موضوعی روایات کی بھرمار اور عقل و دانش کو تج دینے والے واقعات پر مبنی لٹریچر نے تصوف کو خرافات کی صف میں لا کھڑا کیا جس سے اس کے معترضین نے اپنا ایندھن حاصل کیا اور ہمنواﺅں نے اپنی بے عملی اور بدعملی کے لئے اس سے سہارا تلاش کیا۔

 یوں تو صوفیاءکے تاریخی تسلسل میں بہت سی شخصیات نمایاں حیثیت رکھتی ہیں مگر ان میں حسنی خانوادہ کے چشم و چراغ حضرت الشیخ سید عبدالقادر جیلانی ؒ کو محوری حیثیت (المخدع مقامی) حاصل ہے جن کے خطبات و ملفوظات آج بھی انسانی دلوں کی کایا پلٹنے کی صلاحیت رکھتے ہیں ۔ چنانچہ دیگر تمام سلاسل کی نمایاں اور بنیادی شخصیات کا مرکز کشش بھی آپ کی شخصیت قرار پاتی ہے۔ آپ کے فیض یافتہ اہل بصیرت نے دنیا کے دیگر علاقوں کی طرح برعظیم ہند کوبھی اپنے سلسلہ رشد و ہدایت سے ہمکنار کیا۔ ان میں آپ کی صلبی اولاد بھی شامل ہے۔

[[1]](#endnote-1)**برصغیر میں حسنی خانوادہ کی آمد**

 برصغیر پاک و ہند میں سادات حسنیہ کے فیوض برکات دوسری صدی ہجری میں حضرت پیر عبداﷲ شاہ غازیؒ از اولاد نواسہ رسول حضرت سید نا امام حسن بن امیرالمومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی کراچی میں آمد سے شروع ہو گئے اور پھر پانچویں صدی ہجری میں سبط رسول حضرت سیدنا امام حسن مجتبٰی بن امیر المومنین حضرت علی کرم اﷲ وجہہ کی اولاد سے حضرت مخدوم سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش قدس سرہ، لاہور میں تشریف لائے اور کفرستان ھند میں اسلام کی ضیا پاشیوں کو مرکزیت دی۔ جبکہ سادات حسینیہ کے فیوض و برکات کا سلسلہ اُچ شریف میں حضرت صفی الدین گاذرونیؒ کی چوتھی صدی ہجری میں آمد سے عروج پاتا ہے۔ جدید تاریخ اُچ شریف میں لکھا ہے کہ بارہویں سجادہ نشیں سید ابوالفتح وہ خوش قسمت گا ذرونیؒ سجادہ نشیں تھے جنکی صاحبزادی کا نکاح حضرت محمد غوث بندگی گیلانی ؒ سے ہوا جن کے بطنِ عفت سے حضرت عبدالقادر ثانی ؒ پید ا ہوئے تھے جنکی اولاد میں حضرت موسیٰ پاک شہید گیلانی جیسے مبلغ اسلام پید ا ہوئے تھے غرضیکہ گاذرونیؒ خاندان ایک معزز خاندان ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے سرزمین اوچشریف میں سب سے پہلے شرف تبلیغ اسلام بخشا تھا۔[[2]](#endnote-2)

**برصغیر میں مخدوم محمد غوث بندگی کی آمد**

 برصغیر میں سلسلہ قادریہ کو حقیقی فروغ نویں صدی ہجری کے آخر نصف میں اُس وقت حاصل ہوا جب رود کوثر کے مطابق [[3]](#endnote-3)ہندوستان میں چشتیہ اور سہروردیہ سلسلہ کا زور کم ہو گیا تھا چنانچہ اس روحانی خلاءکو پُر کرنے اور اصلاح احوال اوراشاعت اسلام کے فریضہ کو سرانجام دینے کے لئے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ؒکے جانشین خانوادے کے بزرگ اور نقیب الاشراف حضرت مخدوم محمد غوث بندگی گیلانیؒ جو صاحب عظمت و کرامت اورواقف علوم منقول ومعقول تھے حلب سے ملتان تشریف لائے۔ بعد887ھ/1483ء میں حضرت مخدوم غوث بندگیؒ قدس سرہ اوچ میں مستقل طور پر مقیم ہوئے اور یہاں کے اجڑے دیار میں بہار آگئی اور اوچ شریف برصغیر میں قادریہ سلسلہ کا مرکز و محور بن گیا اور اس منبع فیض سے قادریہ سلسلہ کی ضیاءپاشیاں ہر سو پھیل گئیں۔خزینة الاصفیاء میں لکھا ہے کہ: [[4]](#endnote-4)حضرت سید محمد غوث گیلانیؒ حلبی اوچی کے وجود مسعود سے سلسلہ قادریہ ہندوستان میں پھیلا۔ ملتان میں قادریہ سلسلہ کے سلوک و تربیت کی داستان یہاں سے علماءو فضلاءکی مہاجرت سے شروع ہوتی ہے ،جب سلطان قطب الدین لنگاہ ملتان پرقبضہ کرکے ملتان کو خود مختار ریاست بنادیتا ہے۔ خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں: [[5]](#endnote-5)جب ملتان میں لنگاہ خاندان بر سر اقتدار آیا تو وہاں کے بہت سے علماءاس طرف سے رجوع ہوگئے۔ ایسے عالم میں خانوادہ و سلسلہ عالیہ حسنیہ قادریہ کے نقیب الاشراف حضرت مخدوم سید محمد غوث بندگی گیلانی قدس سرہ ملتان تشریف لاتے ہیں اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ[[6]](#endnote-6)”اس وقت علماءو فضلاءکا قحط تھا، لہٰذا بہت معروف ہوئے “۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے اوچ شریف میں مستقل مسند ارشاد قادریہ کو ایسی زیب وزینت بخشی کہ اوچ شریف جنوبی ایشاء میں قادریہ سلسلہ کا مرکز و محور بن گیا خطہ پاک اوچ میں لکھا ہے:نویں صدی ہجری میں ایک اور علمی ادارے کی بنیاد رکھی گئی ۔اس درسگاہ کے بانی خانوادہ گیلانیہ کے فرد فرید محمد غوث حلبی تھے ان کی افاضات علمی اور روحانی سے بھی ایک عالم فیضیاب ہوا \_خانقاہ گیلانیہ کے اثر و نفوذ کادائرہ کچھ کم وسیع نہ تھا۔ برصغیر ہند و پاک کے اکثر بزرگان طریقہ قادریہ اسی آستانہ سے فیضیاب ہوئے اور اس ظلمت کدہ میں اسلام کی مشعل فروزاں کئے رہے۔ [[7]](#endnote-7)

بادشاہ ہند سکندر لودھی اور حاکم ملتان حسین لنگاہ کے درمیان حضرت مخدوم بندگی قدس سرہ کے حلقہ ارادت میں ہونے کے سبب معاہدہ امن طے پاگیاجس کے تحت دریائے راوی حد فاصل مقرر ہوا۔ یوںسکندر لودھی کے عہد کے بارے میں طبقات اکبری میں لکھا ہے کہ: ”در عہد فرخندہ علم رواج یافت“۔ دوسری طرف حسین لنگاہ ملتان کی آزادی، خود مختاری اور خوشحالی کیلئے سرگرم ہوا اور علم کے فروغ کیلئے ملتان میں یونیورسٹی قائم کی اور ساتھ ہی ملتان کے دفاع کو مد نظر رکھتے ہوئے بلوچوں کو مختلف جاگیریں عطا کیں ۔[[8]](#endnote-8)

**حضرت سید موسیٰ پاک شہید ؒ**

 حضرت شیخ الکُل سید موسیٰ پاک شہید قدس سرہ کے حالات کے بارے تذکرہ نگاروں نے اختصار سے کا م لیا ہے جس کی وجہ سے تفصیلات کی جستجو کر نے والوں کی تشنگی رہتی ہے۔ ہمارے نزدیک آپ کی سوانح ِحیا ت کا سب سے با وثوق ذریعہ بحر ا لسرائر فارسی قلمی نسخہ ہے۔ جس میں آپ قدس سرہ کے احوال کے بارے روایات منقول ہیں ۔

**ولادت باسعادت**

 حضرت شیخ الکل سید مو سیٰ پاک شہید گیلانیؒ کا اِسم ِ گرامی موسیٰ اور مشہور لقب جمال الدین ہے اور آپ کی ولادت باسعادت 950ھ/1545میں اُوچ شریف میں شریعت و طریقت کے امام اور معر فت و حقیقت کے و حید ا لعصر حضرت مخدوم سید حا مد

۔ ا لمعروف گنج بخش و جہاں بخش گیلانی قدس سرہ العزیزکے ہا ں ہوئی۔ ابوالفضائل تاریخی مادہ ہے۔ اور ابوالحسن کنیت ہے

**سیرت و کردار**

 اخبارالاخیار میں حضرت امام المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی بیان کرتے ہیں : [[9]](#endnote-9) اُنکے مرشد حضرت محی الدین ثانی سید موسیٰ شہید گیلانی کی سیرت مبارک اس آیت کا مصداق تھی۔ انک لعلی خلق عظیم 4:68

 زبدة الاثار میں بھی شیخ محدث ” سلسلہ عالیہ قادریہ کے آداب“ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اُن کے پیرو مرشدحضرت موسیٰ پاک شہید کی زندگی کا ہر لمحہ سلسلہ عالیہ قادریہ کے عظیم المرتبت بزرگوں کی طرح کلام اﷲ اور سنت رسول ﷺ کی پیروی و نفاذ میں گزرا اور ان بزرگوں کے بارے شیخ محدث بیان کرتے ہیں کہ ہمارے شیخ سید جمال اﷲ جمال الدین موسیٰ بن حامد بن عبدالرزاق بن عبدالقادر بن محمد بن شمس الدین بن شاہ میر بن علی بن مسعود بن احمد بن الصفی بن عبدالوہاب بن شیخ الاسلام عبدالقادر رضی اﷲ عنہ الحسنی والحینی نے ماہ شوال 985 ھ/1577ءکو ہ میں بعض معمولات کی اجازت عنایت فرمائی اور اس میں ظاہری شریعت کا احترام مقدم فرمایا اور کلام اﷲ اور سنت رسول اکرمﷺ پر عمل کرنے کی تلقین فرمائی۔

 ان بزرگانِ قادریہ نے ہمیشہ عقائد اہل سنت پر عمل کیا۔ ریاضت نفس، صبر جمیل ، طلب ِ مولیٰ، مصائب پر تحمل ، لگاتار جد و جہد ، علوم دینی کی پیاس ، فقراءکی مجلس،بادشاہوں سے اجتناب، اغنیاءسے دوری، اﷲ سے ہر وقت دعا و التجا، شیطان کے مکرسے توبہ و استغفار، اﷲ کی رحمت کے امیدوار، دل میں حزنو رقت ، جولانی فکر، اخوت و مودت، مساکین پر رحم ، جودوسخا کا اختیار کرنا، بخل سے پرہیز ، تمام امور میں میانہ روی ، فواحشات سے اجتناب ، الحب فی اﷲ والبغض فی اﷲ(اللہ کی خاطر کسی سے محبت یا نفرت کا تعلق رکھنا) ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر،دین کے معاملات میں استقامت کے ساتھ پابندی، نزاعی امور کوچھوڑنا،طبیعت میں خوش مذاق، احوال و کرامات کو ترک کر دینا، حکم قضا پر سر تسلیم خم کر دینا، محبت شیخ میں غرق رہنا، اپنی توجہ شیخ میں لگائے رکھنا، تمام احوال میں جمعیة قلب کا اختیار کرنا، تمام اَشیاء میں مشاہدہ حق کر نا جیسے امور ان کی سیرت کا حصہ ہیں

**سید موسیٰ پاک شہید ؒ کا ہمہ جہت کردار**

 کچھ عرصہ بعد مغلیہ عہد میں حضرت مخدوم سید حامد جہاں بخش قدس سرہ کے صاحبزادے و جانشین حضرت شیخ الکل سید موسیٰ پاک شہیدؒ نے ملتان کی رند بلوچوں کی حویلی کو روحانی سرگرمیوں کا مرکز بنایا جس کی وجہ سے ملتان، جنوبی ایشیا میں سلسلہ عالیہ قادریہ کا مرکزو محور بن گیا۔تاریخ ملتان ذیشان میں لکھا ہے کہ: ملتان میں حضرت موسیٰ پاک شہیدؒ کا حلقہ مریدین کافی وسیع ہوا اور بلخ، بخارا، توران، ایران اورافغانستان ، ہندوستان تک پہنچ گیا۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی جیسی شخصیت حضرت موسیٰ پاک شہید ؒ کی مرید بنی اور ملتان رہ کر انہوں نے علم حدیث پھیلایا۔[[10]](#endnote-10)

 حضرت موسیٰ پاک شہیدؒ سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کو والہانہ محبت و عقیدت تھی خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں: یہ دونوں جملے شیخ محدثؒ کی اپنے پیر و مرشد سے عقیدت کی وجہ پر بھی روشنی ڈالتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ شیخ موسیٰ پاک شہید : قدم بہ قدم مصطفی بود رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر تھے۔ دین اسلام زندہ گرد انید دین اسلام کو زندہ کرنے والے تھے۔ [[11]](#endnote-11)خود شیخ محدث ؒکی زندگی بھی ان ہی دو جملوں کی تفسیر ہے ، اس کی مزید وضاحت قاضی جاویدکے اس تجزیہ سے ہوتی ہے: "صوفیانہ آزاد خیالی کے ماحول میں پرورش پانے کی بنا پر فتح پورسیکری کے فکری و ثقافتی ماحول میں خود کو جذب کرنا شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے لئے دشوارنہیں تھا تاہم نتائج اس کے برعکس نکلے۔ فیضی، ابوالفضل اوراکبر(بادشاہ) اس قدر آگے نکل چکے تھے کہ شیخ ان کا ساتھ نہیں دے سکتے تھے۔ وہ اس قدر آگے بڑھنے کو خطرے سے خالی تصور نہیں کرتے تھے لہٰذا انہوں نے نفسیاتی طور پر پیچھے ہٹنا شروع کیا۔یہاں تک کہ وہ رد عمل پر اتر آئے۔ان کے اس رویے کو شیخ موسیٰ گیلانیؒ کی رہنمائی اور رفاقت سے مزید تقویت پہنچی، شیخ موسیٰ گیلانیؒ اکبری دربارکے منصب دار ہونے کے باوجود راسخ العقیدہ اورقدامت پسند تھے ۔ 1577ء میں شیخ عبدالحق نے انہیں اپنا روحانی رہنما تسلیم کرلیا"۔[[12]](#endnote-12)

**ملتان پر فیض کرم**

 حضرت موسی پاک شہید بھی اپنے اجداد حضرت مخدوم محمد غوث بندگی اور حضرت مخدوم عبدالقادر ثانی اور اپنے والد ماجد حضرت مخدوم سید حامد گنج و جہاں بخش کی طرح اُوچ سے ملتان بکثرت تشریف لاتے کیونکہ ملتان کی غالب اکثریت آپ کے اسلاف سے اراوت و محبت رکھتی تھی۔ آپ یہاں وعظ و ارشادات کی محافل کو زیب و زینت بخشتے تھے۔ ملتان کے رند بلوچ نیاز مندی میں پیش پیش ہوتے اور انہی کے ہاں آپ قیام فرماتے۔ حضرت موسیٰ پاک شہید مضا فات ملتان میں موضع منگے ہٹی اور حافظ والہ کی اراضی پر بھی تشریف لے جاتے اور دہلی، آگرہ، فتح پور سیکری بھی آیا جایا کرتے۔ حضرت کے والد مخدوم سید حامد جہاں بخش کا حلقہ ارادت ھندوستان کی حدود سے باہر افغانستانوبلخ تک پہنچ چکا تھا اور آپ کے عہد سعادت میں سلسلہ قادریہ افغانستان، ایران، ترکستان اور بخارہ تک وسیع ہو گیا۔آپ کی زیارت کے لئے پشتونوں کی حاضری بکثرت ہوتی تھی۔ آپ نے ملتان اور اُچ کو سادات حسنیہ قادریہ کی مسند ارشادو ہدایت کا مرکز بنا دیا تھا کیونکہ اس وقت آپ قادریہ سلسلہ کے سجادہ نشین راستین تھے۔

**شیخ محدث ؒملتان میں**

 محب تو اپنے محبوب کی محبتوں کا طلب گار ہوتا ہے لہٰذا شیخ عبدالحق محدث دہلوی بھی اسی تڑپ اور لگن میں محو تھے ، تاریخ ملتان میں لکھا ہے کہ986ھ/1578ء میں حضرت محدث پیر طریقت کی قد مبوسی کے لئے اس جانب تشریف لائے تو حضرت مخدوم ملتان میں تھے۔987ھ/1579ء میں توفیق ایزدی انہیں پھر ملتان لے آئی اور چار سال مرشد کے قدموں میں پڑے رہے۔995ھ/1587ء میں حضرت محدث حج کی غرض سے ارضِ مقدس کو تشریف لے گئے اور پانچ سال دیارِ حبیب میں رہ کر پانچ حج کئے(اور تکمیل تعلیم کی) 1000ھ /1592ء میں واپسی ہوئی تو پہلے ملتان حاضر ہو کر حضرت شیخ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ پھر دہلی تشریف لے گئے۔ مگر مرشد کی محبت قلب و دماغ پر کچھ اس طرح سے حاوی ہو چکی تھی کہ ہر وقت ملتان کا تصور آنکھوں کے سامنے تھا۔ چنانچہ بادِ نسیم سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں

اے باد گزر کن بدیارِ ملتان

زیں راہ نشیں خاکسارِ ملتان

ایں تحفہ جاں ببرُ بیارِ ملتان

یک جان چہ ہزار جاںِ نثار ملتان

 یعنی اے بادِ نسم! اس خاکسار کی طرف سے ملتان شہر کی جانب گزر کر، اور میری جان کا یہ تحفہ ملتانی محبوب کی خدمت میں لے جا۔ ایک جان کیا چیز ہے، اگر ہزار جانیں ہوں تو بھی ملتان پر قربان کر دوں۔ایک اور مقام پر ملتان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

ملتان چہ عجب کہ دلپذیر اُفتادہ است

چوں منزل پیر دستگیر اُفتادہ است

دہلی است اگرچہ مکہ خوردولے

ملتان چو مدینہ صغیر اُفتادہ است

یعنی ملتان بھی کتنا دلپذیر مقام ہے جب اس میں میرے پیر دستگیر قیام فرمائیں وہ مجھے اچھا کیوں نہ لگے، بلاشبہ اگرچہ دہلی مکہ خورد ہے، لیکن ملتان بھی چھوٹا مدینہ ہے“۔[[13]](#endnote-13)

**عظمت موسیٰ پاک شیخ محدث ؒ کی نظر میں**

دہلی کے انہی عاشقانِ رسول میں عہدِ آخر کا غزالی اور دنیا ئے علم وا دب کا شہر یار حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی عا لم خواب میں رسالت پناہی ﷺ سے اشارہ پا کرچھ شوال985ھ/1578ءکی صبح کو حضرت موسیٰ پاک شہید ؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت کر کے درجہ کمال کو پہنچے۔ ڈاکٹر محمد یونس قادری لکھتے ہیں کہ:شیخ محدث نے تکمیل علم کے بعد تدریس کو بطور پبشہ اختیار کیا اس دوران 985 ھ میں شریعت و طریقت کے جامع، امیر بادشاہ اکبر، حضرت سید موسیٰ پاک شہید ؒ سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور ان سے خرقہ خلافت پا یا۔اسی عرصہ میں ملتان اوچ ، دہلی اور فتح پور سیکری آتے جاتے رہے۔[[14]](#endnote-14)

 جمالِ مرشد کا یہ فیض ان ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے عظیم تر علمی و روحانی فتوحات حاصل کیں اور ان کی خدمات کو خطہ فی ذکر صحاح الستہ میں اِن الفاظ میں سراہا گیا ہے کہ” اول من جاءبعلم الحدیث فی الھندوافاضہ علیٰ سکانہ فی احسن تقویم“ یعنی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ہندوستان میں علم حدیث کو یہاں کے باشندگان میں عمدہ انداز میں عام کیا۔آپ کو شیخ محقق علی الا طلاق کے خطاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ معروف صاحب تصنیف عالم دین نواب صدیق حسن خان، شیخ محدث کے تعارف میں لکھتے ہیں کہ

 شارح ذوالمجدوالعلا جناب شیخ عبدالحق دہلوی قدس اللہ روحہ وافاض علینا فتوحہ، سو ان کے فضائل علمی و عمل بھی اتنے ہیں کہ واصف ان کی و صف سے قاصر ہے، انکی ساری تصا نیف ایک سے ایک بہترو سود مند تر ہے، اللہ تعالےٰ نے ان کو ایسی زبان شیرین اور سخن نمکین عطا فرمایا،جسکا لطف اصحا ب دل جانتے ہیں ، یہ اپنی طرز بیانو حسن تقریر میں جو ہر فرد زمانہ تھے۔ عالم با عمل، حافظ کتاب اللہ، فقیہ متفق ،محدث زمن،حا جی بیت اللہ ، زائر رسول اللہ، مدرس بے نظیر، مفتی خوش تقریر، احدالصلحاءو احدالعلمائ، فخر ہندوستان اور نازش اہل ایمان تھے۔انکا اسم شیخ عبدالحق بن سیف الدین بن سعد اللہ الترک الدہلوی البخاری ہے۔ انہوں نے اپنا تعارف خود اپنی کتاب اخبار الاخیار کے خاتمہ میں زیب قلم فرمایا ہے۔ یہ طریقہ(تصوف) میں مرید سید موسیٰ ؒ قدس سرہ کے تھے۔ یہ سید موسیٰ، اولاد حضرت ماتن حضرت غوث صمدانیؒ میں تھے۔ ان کی کنیت ابوالمجد تھی۔ شیخ محدثؒ 22 سال کی عمر میں سارے علوم کی فضیلت سے فارغ ہو کر مسند افادہ پر بیٹھے تھے ۔ عنفوان جوانی میں حرمین شریفین کا سفر کیا اور اولیاءکبار و صلحاءنامدار کی صحبت پائی اور تکمیل فن حدیث فرمائی۔ 52 برس تک جمعیت ظاہر و باطن کے ساتھ متمکن رہے۔ اور نشر علوم میں اوقات عزیز کو صرف کیا۔ ان کی جملہ تالیف صغیر و کبیر 100 مجلد ہے اور بے شمارابیات(اشعار) پانچ لاکھ تک پہنچتے ہیں ۔ محرم 958ھ/1551ء میں پید ا ہوئے اور 1056ھ/1646ء میں تمام اگہی و کشادہ پیشانی کے ساتھ وفات پائی۔ تاریخ ولادت” شیخ اولیاء“ہے اور تاریخ رحلت "فخر العالم"۔ قبر شریف دہلی میں جوکنا رحوض شمسی پر واقع ہے۔ ان کو ایک محبت خاص اور فریفتگی مخصوص تھی ساتھ حضرت ماتن حضرت غوث صمدانیؓکے جسکے آثار انکی کتاب اخبار الاخیار وغیرہ تالیفات سے ظاہر ہے اسی طرح ایک عجیب غلبہ الفت و شیفتگی کا ساتھ جناب سرورانبیائﷺ کے تھا جس طرح کتاب مدارج النبوت اور جذب القلوب سے ثابت ہوتا ہے۔[[15]](#endnote-15)"

 مرشد کامل ملنے سے جمال مرشد کی جلوہ آ را ئیوں کا یہ کما ل ہواکہ شیخ محدث ؒ نے احادیث پاک کی کتب میں جو روحانی مشاہدات جمال مصطفیﷺ میں کئے اس کی ظاہری و باطنی مشابہت اپنے مرشد میں پائی جس کا اظہاریوں فرماتے ہیں کہ : کان رسولﷺ احسن البشر قدماہ رواہ ابن سعد ۔ یعنی رسول اﷲ ﷺ کے قدم مبارک حلقہ بشریت میں حسین ترین تھے ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی مزید لکھتے ہیں کہ میرے پیر و مرشدسید ی موسی ٰ پاک شہید ملتانی الجیلانی کی ایڑیاں صفاءو لطافت میں اس حد تک تھیں کہ کسی حسین و جمیل کے رخسار بھی ایسے نہ ہوں گے، اور وہ نبی کریم ﷺ کے حلیہ مبارک سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔[[16]](#endnote-16)

**شیخ محدث کی خلافت**

 شیخ محدثؒ اپنے مرشد حضرت موسیٰ پاک شہید کے بہت پیارے مرید تھے اور جمال مرشد کی نظر عنا یت ہے کہ شیخ محدث ؒ قا دریہ سلسلہ کی خلافت سے بھی سرفراز ہو ئے خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں کہ

 شیخ محدث 6شوال 985ھ /1578ءکو حضرت سید موسیٰ گیلانیؒ کے دامن سے وابستہ ہوئے تھے۔ شیخ نے ان پر خاص توجہ فرمائی اور ان کوخلافت سے بھی نوازا۔خود فرماتے ہیں”غایت محبت بمن داشت و بفرزندی قبول کر دہ تلقین نمود وخلافت داد“حضرت مو سیٰ پاک شہید ؒ میرے ساتھ انتہائی محبت فرماتے اور مجھے اپنی فرزندی میں قبول کیا اور وظائف کی تلقین فرمائی اور خلافت عطا فرمائی۔[[17]](#endnote-17)

**مرشد کے لئے دعائیہ کلمات**

 جما ل مرشد سے ملنے وا لی کا مرانیوں کا یہ عا لم ہے کہ شیخ محدثؒ کی زبان پر ہر وقت مرشد کیلئے دعائیہ کلمات نکلتے ہیں کہ : حق سبحانہ تعالی ظل آں آفتاب حقیقت راتا ابدالدہر ممد ودومبسوط گردانودر ما سوختگان ہجران غرقان نالہ فراق راوراں سایہ جائے د ہاد

 حق تعالیٰ اس افتابِ حقیقت کا سایہ ابدالا باد تک قائم و دائم رکھے اور مجھ سوختہ ہجر اور نالہ فراق میں غرق کو سکون قلب کے لئےان کی شفقت کے سایہ میں جگہ دے۔ اور یہ کہ

 اﷲ تعالی منور کرے جہاں کو ان کے جمال کے نور سے جب تک لوگ حضرت محمدﷺ کی ذات پر درود اللھّم صل علیٰ محمد والہ اجمعین فی العالمین پڑھتے رہیں ۔[[18]](#endnote-18)

**حلقہ ارادت**

 ٍ حضرت موسیٰ پاک شہید کا حلقہ ارادت کا فی وسیع تھا۔ تاریخ ملتان ذیشان میں لکھا ہے کہ[[19]](#endnote-19) ملتان میں آپ( حضرت موسیٰ پاک شہیدؒ )کا حلقہ مریدین کافی وسیع ہوا اور بلخ، بخارا، توران، ایران اورافغانستان ، ہندوستان تک پہنچ گیاَ۔

قادریہ سلسلہ کی مساند ارشاد کے فیوض و برکات ہر سو پھیل ے ہوئے ہیں ۔تاریخ ملتان کے مولّف رقم طراز ہیں کہ: جیلانی مخادیم نے اپنے ابتدائی دور میں اوچ اور ملتان میں اصلاحِ احوال اور اشاعتِ اسلام کا جو گراں قدر کام کیا تھا، اس کا اعتراف حضرتِ محدثؒاپنے اشعار میں اس طرح سے فرماتے ہیں

آں نور کہ از مشرقِ جیل اں تابید

بس عالم و آدم ہمہ روشن گروید

زو مشرق و مغرب شدہ روشن آخر

[[20]](#endnote-20)از اوچہ و ملتان ہمہ گشت است پدید

وہ نور جو مشرقِ جیل ان سے چمکا ، اُسی نور نے دنیا کو اور انسانوں کو منور و تاباں کر دیا۔ اسی سے آخر مشرق اور مغرب بھی روشن ہو گئے اور اسی سے اوچ اور ملتان کو بھی شہرہ آفاق ملا۔ یعنی فیض شاہ جیل ان سے ملتان اور اوچ کو فضیل ت و مرتبت اور مرکزیت روحانی حاصل ہوئی۔

نہ صرف حضرت موسیٰ پاک شہید ؒ نے اپنے مرید ین میں سے امام المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اور حضرت بابا میاں شیر کرم علی قادری سیالویؒ بانی مسند ارشاد سیال شریف سرگودھا کو خلافت سے سرفراز فرمایا ۔ بلکہ حضرت شاہ داﺅ د بندگی کرمانی ؒ بانی مسند ارشاد شیر گڑھ ضلع اوکاڑہ اور حضرت سید شیرعلی شاہ مشہدی ؒبانی مسند ارشاد شیر شاہ ملتان کا شمار بھی حضرت موسیٰ پاک شہید کے خلفاء میں سے ہوتا ہے اگرچہ وہ مرید آپکے والد ماجد حضرت مخدوم سید حامد گنج بخشؒ کے تھے جبکہ سجادگی اور خلافت فرزند رشید حضرت مخدوم سید حامد گنج بخش ثانی ؒکو عطا ہوئی۔جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری ؒ لکھتے ہیں کہ مخدوم عالم، عارف کامل ، واقف اسرار شریعت و طریقت ،غواص بحرحقیقت حضرت سید ابوالحسن جمال الدین موسیٰ پاک شہید ؒ کو اﷲ رب العزت نے اپنے خزانہ عامرہ سے کچھ اس طرح نوازا ہے کہ آپ کی والا تبار شخصیت ہر پہلو سے کامل مکمل اور اکمل دکھائی دیتی ہے- آپ کی فیض باریوں اور کرم گستریوں کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ برصغیر کی عظیم المرتبت علمی و روحانی شخصیت حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ؒ آپ ہی کے خوان کرم کے خوشہ چین ہیں ، ان کے ساتھ ساتھ جب ہم آپ کے دو مان قدس میں حضرت داود بندگیؒ اور حضرت میاں شیر کرم علی قادری سیالویؒ جیسے پاکان امت کو دیکھتے ہیں تو اس مربیّ و مرشد کی عظمتوں کا اعتراف کئے بغیر چارہ نہیں رہتا۔[[21]](#endnote-21)

**شہادت با سعادت**

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒنے زبدة الآ ثار میں لکھا ہے کہ: [[22]](#endnote-22)” آپ کے کسی مرید نے آپ کو شہید کر دیا تھا اور ملتان میں مد فون ہوئے“

 مفتی انام شیخ محمد بقاءبن عبدالملک بن فرید الفاروقی الملتانی اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ بادشاہ وقت نے چند دیہات آپ کو دئیے تھے جو ملازمین کے تصرف میں تھے۔ وہاں ایک قوم جمع ہوئی اور غارت گری کاشور بلند ہو ا خا دم نے بتا یا کہ قوم لنگاہاں نے ایسا کیا ہے حضرت موسیٰ پا ک شہید ؒ نے فرمایا” اشارہ صحیح تھا، وصال کا وقت قریب ہے“ آپ ہاتھی پر سوار ہو ئے چندنفوس کو ساتھ لیا وہاں پہنچے وہ آپ کو دیکھتے ہی رعب میں آ گئے اور ہزیمت اختیار کی لیکن جاتے جا تے سلطان نامی شخص نے ایک تیر آپ کی طرف پھینکا جو آپ کے پہلو میں لگا اورآ پ نے اسکی وجہ سے شہادت پائی، چہارشنبہ23 شعبان 1010ھ /1602ءکا واقعہ ہے ۔[[23]](#endnote-23)

مقبول خدا محبوب جہاں ملا جام شہادت ورثہ میں

اے سبط نبی کے لخت جگر یا موسیٰ پاک جمال الدین

 اس امر کی تائید شجرة الانوارسے بھی ہوتی ہے جس کے مطابق اطراف اُچ ہ میں ایک بستی میں قیام فرماتھے۔ کچھ لنگا ہان ناہنجار نے اس بستی پر غارت کا ہاتھ پھیلا۔ فرمایا

اشارت صحیح شد و زمانوصال آمد

اصلاح احوال کے لیے ان کی طرف گئے ،بحر السرائر کے الفاظ ہیں : درین اثنااز دست سلطان نام لنگاہ تیرے بوجود کرامت آمود بجائی پہلو مبارکش رسیدوبحق پیو شد گانوکان ذالک ثلث و عشرین فی شعبان سنہ عشر و الف یعنی23شعبان

**تدفین**

 حضرت مو سیٰ پاک شہید بروزچہار شنبہ پہر دن بمقام اوچ والد ماجد کے پائیں دفن کئے گئے اگرچہ شمالی طرف ایک علیحدہ خوبصورت مزار تعمیر کیا گیالیکن بعد ازیں جسد پاک کو منگے ہٹی لایا گیا اور پندرہ سال بعدملتان لانے کے باوجود آپ کا وجود مسعود بالکل متغیر نہ تھا۔[[24]](#endnote-24)

 بحرالسرائر میں لکھا ہے کہ ”حضرت مو سیٰ پاک شہید ؒ کو پہلے پہل اُوچ شریف میں دفن کیا گیا۔ پھر آپ کے والد ماجد اور دیگر اجداد آپ کے دفن کے بعد (بہت سے خاندان کے لوگوں کے) خواب میں آئے کہ اس قطب عالم کو ہما ری پا ئنتی سے کسی اور جگہ پر دفن کرو اسی اثناء میں حضرت کے خلف ا عظم شیخ حامد گنج بخش ثانی بھی وہاں پہنچے اور آپ کو اُچ سے لاکر ملتان کے قریب منگے ہٹی دفن کیا۔

 جب سید ابوالحسن شیخ حامد گنج بخش بن شیخ موسیٰ پاک شہید نے ملتان میں سکونت اختیار کی تو آپ کے رند بلوچ مرید وں نے ایک حویلی آپ کو بطور وقف پیش کی۔ پندرہ سال، یوم دفن کے بعد جب سید موسیٰ پاک کے جسد اطہر کو قبر سے نکالا گیا تو وہ صحیح سلامت تھا، چنانچہ آپ کے فرزند سید یحیٰ اور سید عیسیٰ آپ کو اس جگہ گھوڑے پر لائے جہاں اب آپ کا مزار ہے تو گھوڑے کی لگام کو کھلا چھوڑ دیا تاکہ اس جگہ پہنچے جہاں آپ کا نقش قدم ہے چنانچہ وہ سیدھا وہیں آیا گویااس نے آپ کے نقش قدم کو پہچان لیا، جو ابھی با قی تھا اور اس میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی تھی۔اس واقعہ سے معتقدین اور مرید ین کے یقین میں اضافہ ہوا اوردیگر لوگوں کے لئے یہ حیرت انگیز واقعہ تھا۔[[25]](#endnote-25)

امانت کی طرح رکھا زمین نے روزِ محشر تک

ہوا اک موئے تن میل ا نہ اک تارِکفن بگڑا

**مزارِ مبارک**

 تاریخ ملتان میں لکھا ہے کہ : مخادیم جیل ان کے خاندانی ریکارڈ سے پتہ چلتا ہے کہ کچھ عرصہ حضرت موسیٰ پاک شہید ؒ کے صاحبزادے نواب یحییٰ گیلانی ملتان کے گورنر رہے ،اُن کے زمانے میں ہی مخدوم سید حامد گنج بخش قدس سرہ نے حضرت موسیٰ پاک شہید علیہ الرحمتہ کے جسدِ اطہر کو منگے ہٹی سے ملتان خاص میں منتقل کرایا۔[[26]](#endnote-26)

فنا کیسی بقا کیسی جب اُس کے اشنا ٹھہرے

کبھی اس گھر میں آنکلے کبھی اُس گھر میں جا ٹھہرے

 قاضی برخودار ملتانی لکھتے ہیں کہ یہ روضہ عجب دلکش بنا ہو اہے ۔مزار مقدس سے نورالٰہی نمودار ہوتے ہیں مخلوق خدا کا رش رہتا ہے ادراستجابت دعا کیلئے بابرکت مقام تصور ہوتاہے کثرت سے شہرو مضافات کے لوگ برائے زیارت باریاب ہوتے ہیں ۔ شب جمعہ کی کثرت خصوصیت رکھتی ہے۔ یہ درگاہ شہر ملتان کے بیچوں بیچ کسی قدر جنوب کی طرف براستہ پاک دروازہ لبِ بازار واقع ہے کہتے ہیں چونکہ موسیٰ پاک شہید قدس سرہ العزیز کی سواری بعدازوفات مہنگے ہٹی سے اسی دروازے سے نمودار ہوئی تھی اس لئے اس کا نام حضرت موسیٰ پاک شہید ؒسے نسبت کی وجہ سے پاک دروازہ ہوا اسی طرح چونکہ ان کے خاندان کی مستورات و حرم محترم کا ورود اس دروازہ سے ہوا جو پاک دروازہ سے غربی طرف ہے اس لئے وہ دروازہ حرم دروازہ مشہور ہوا۔اس روضہ منورہ کی شمال کی طرف ایک مسجد عالی شان پر فضاسہ گنبدی قدیم سے بنی ہوئی ہے۔ اس میں ایک پتھریل ا مصلا مانند تخت پوش صاحب روضہ کے تبرکات سے موجود ہے اس روضہ مقدسہ کا ایک حصہ غربی دیوار ڈال کر علیحدہ کیا ہوا ہے جن میں وہ مستورات مدفون ہیں جو آپ کے ساتھ ملتان میں داخل ہوئی تھیں اس صحن کے شمالی حصہ میں املی کا ایک درخت ہے جو حضور کے زمانہ کی یاد گار ہے

 المختصر اس کے تین دروازے اور ایک جالی ہے دو دروازے اور جالی بطرف شمال واقع ہیں جالی وسط میں ہے جو خاص حضرت مخدوم قدس اللہ سرہ کی مزار مطہر کے سامنے ہے اور دروازہ جو اس کے داہنے کی طرف ہے وہ محرم اور عید ین کو کھلتا ہے۔ ملتان واطراف کے باشندگان داخل ہو کر فیض یاب ہوتے ہیں سیاس کوعرف عام میں بہشتی دروازہ کہتے ہیں ۔ایک شرقی دروازہ زائرین کی آمد و رفت کے لئے ہے۔

 خانقاہ کے مرکزی ہال میں مدفون بزگان کے مزارات کی ترتیب کے بارے روایات یہ ہیں کہ مشرقی چاندی کے دروازے سے جب روضہ مبارک میں داخل ہوتے ہیں تو نگاہ مرکزی چبوترے کی بارہ دری کےطرف جاتی ہے، اس میں درمیانی مزار حضرت شیخ الکل سید موسیٰ پاک شہید گیلانی قدس سرہ کا ہے اور ان کے مشرقی پہلو میں آپ کے جانشین فرزند حضرت مخدوم سید حامد گنج بخشؒ ثانی مدفون ہیں جبکہ غربی پہلو میں آپکے پوتے سید جان علیؒ آرام فرمارہے ہیں اور اسی جانب چبوترے کے پہلو میں ان کے بھائی سید یار علیؒ کا مزار ہے۔[[27]](#endnote-27)

**اخلاف شیخ الکُل سید موسیٰ پاک شہید ؒ**

 حضرت موسیٰ پاک شہید قدس اللہ سرہ العزیز کے چار صاحبزادگان تھے۔ شیخ سید حامد گنج بخش ثانی، سید جان محمد، سید عیسیٰ اور سید یحییٰ لیکن حضرت سید مو سیٰ پاک شہید نے اپنی حیات مبارکہ میں صاحبزادہ اوّل کو خلافت و سجادگی تفویض کر دی۔[[28]](#endnote-28)

اور ایک صاحبزادی بی بی سدّتھیں جو سید عبداﷲ بن سید نظام الدین بن سید میر میراں بن سید مبارک حقانی بن مخدوم سید محمد غوث اچیؒ قدس اﷲ ارواحھم کی زوجہ محترمہ تھیں۔[[29]](#endnote-29)

صاحبزادہ ثانی سید جان محمد قدس سرہ بڑے متقی پرہیز گار صاحب علم وحلم تھے۔ سید جان محمد ملتان سے دہلی چلے گئے و ہان اُنکے مرید وں کی کثرت ہو ئی۔ان کو اکبر بادشاہ کی قربت حاصل تھی اُنکا مزار دہلی میں متصل قلعہ فیروز شاہ واقع ہے۔ بعض گیلانی سادات آگرہ بھی انہی کی اولاد کہلاتے ہیں لاہور، اُوچ اور ملتان میں بھی آپ کی اولاد رہائش پذیر ہے ۔شجرة الانوار کے مطابق سیدجان محمدبن شیخ موسیٰ پاک شہید کے دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھی ان کے نام ،سید جمال اﷲجو اکبر باد شاہ کے زمانہ میں لاہور کے صوبہ دار تھے، شیخ موسیٰ اور بی بی سیدبی بی تھے۔قدس اﷲ ارواحھم[[30]](#endnote-30)

 صاحبزادہ ثالث دیوان سید عیسیٰ قدس سرہ بڑے پاکباز، صاحب مقامات ،عارف ربانی اورمحبوب یزدانی تھے ۔ ان کے فرزند صاحب کر امات اور عالم با عمل سید عنایت شاہ وسید ولایت شاہ (یا باپ بےٹا) تھے جن کا مزار ملتان شہر اندرون حرم دروازہ برلب شہر پناہ نہایت دلکش اور خوبصورت واقع ہوا ہے۔ آپ کی اولاد ملتان اور مضافات ملتان میں ہے ۔ شجرة الانوارکے مطابق شیخ عےٰسی بن مو سیٰ پاک شہید ، شا ہجہاں بادشاہ کے زمانہ میں لاہور کے دیوانتھے ۔قدس اﷲ ارواحھم۔[[31]](#endnote-31)

 صا حبزادہ چہارم نواب سید یحیٰ قدس سرہ نہایت متقی، پارسا، صاحب شان و شوکت تھے۔ جہانگیر اور شاہجہانوالیان ہند کے زمانہ میں علی التواتر صوبہ دار ملتان مقرر ہوئے۔ نواب کا خطاب بھی انکے نام کا جزو قرارپایا۔ آپ غایت درجہ کے راست بازی سے صوبہ داری کے عہدہ فرائض انجام دیتے رہے۔ با یںہمہ دل باخداتھا۔ عبادت اور ریاضت میں یکتائے زمانہ تھے۔ آپ کا بغیرگنبد کے چھوٹی اینٹوں کا کاشی ٹائلز سے مزین مزار ملتان شہر مابین حرم دروازہ و پاک دروازہ حویلی مراد شاہ محلہ گیلانی اں واقع ہے۔ سخاوت میں چونکہ بے مثل تھے اسلئے" نواب سخی "کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان کی اولاد مضافات ملتانو مظفرگڑھ و ڈیرہ غاز ےخان میں ہے۔ شجرة الانوار کے مطابق سید یحییٰ بن شیخ مو سیٰ کے تین بیٹے اور تین صاحبزادیاں تھیں جن کے نام یہ ہیں مراد شاہ مسعود ، سید داﺅد، سید محمود، صاحب خاتون، بی بی جامان، اوربی بی بوبوتھے۔ قدس اﷲ ارواحھم[[32]](#endnote-32)

**تیسیراالشاغلین**

حضرت شیخ الکل محی الدین ثانی سید مو سیٰ پاک شہید گیلانی قدس سرہ العزیز نے اپنی تصنیف منیف تیس یرالشا غلین میں انسانی تہذیب کے لئے اپنے ارشادات کے ابلاغ کے لئے ”درویش“ کو مخاطب کر کے اذکار و ادعیہ اور نصائح سے سرفراز فرمایا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایک پُرتاثیر علمی و روحانی رُشدو ہدایت کی محفل کو حضرت ِ قد س سرہ نے زیب و زینت عطا کی ہوئی ہے اور تدریس و اصلاح کے لئے وعظ وتلقین کے فیوضات کے خطبات ارشاد فرما رہے ہیں ۔تیسیرالشاغلین کو سلسلہ عالیہ قادریہ کی علمی وروحانی نصاب کی حیثیت حاصل ہے

ڈاکٹر محمد یونس قادری رقم طراز ہیں : حضرت سید موسیٰ پاک شہید ؒ نے متوسلین کی اصلاح و رہنمائی کے لیے "تیس یر الشاغلین"(سالکوں کے لیے آسانی)، تصنیف فرمائی جس کے وہ خود عملی نمونہ تھے۔ تیسیرالشاغلین جہاں تصوف پر ایک گراں قدرکتاب ہے وہاں سلسلہ عالیہ قادریہ کے نصاب کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ کتاب علم و اخلاق اور رشد و ہدایت کا انمول خزانہ ہے جس پر عمل کر کے انسان دین اور دنیا میں سر خرو ہو سکتا ہے۔شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے دو مقامات ، پچاسواں مکتوب (رسالہ) اور کتاب ماثبت بالسنہ فی ایام السنہ میں مذکورہ کتاب کا حوالہ دیا ہے۔[[33]](#endnote-33)

پروفیسر ڈاکٹر محمد امین لکھتے ہیں کہ: نویں صدی ہجری میں تصوف کے عروج کا دور ہے۔ اس دور میں صوفیہ کی اشاعت اسلام کے سلسلے میں خدمات نا قابل فراموش ہیں ۔ اس عہد میں تصوف کے بارے میں تصنیف وتالیف پر بھی توجہ دی گئی۔ اس کے با وجود اکثر صوفیاءکے حالات زندگی کم دستیاب ہیں ، اس کے کئی اسباب ہیں ۔ صوفیاءبالعموم اپنے حالات زندگی بیان کرنے سے گریزکرتے تھے اور شہرت سے بھی گریزاں تھے۔ زبانی روایات کا دور تھا اور لکھنے کا رواج کم تھا۔ اگر لکھا ہے تو زہد و تقویٰ پرلکھا، اور ملفوظات جمع کئے، خود صوفیاءنے بھی تصنیف و تالیف کی طرف کم توجہ دی۔ اس صورت حال میں سید مو سیٰ پاک شہید ؒ سے ملتان میں تصوف کے ایک نئے باب کا آغاز ہوا۔ سلسلہ قادریہ کو تقویت ملی اور اس کی مقبولیت میں اضافہ ہوا۔ تیسیرالشاغلین سالکین قادریہ کے لئے دستور اور نصاب کی حیثیت اختیا ر کر گئی۔ پہلے دوابواب اور انکی فصول سے ایسا لگتا ہے، کہ یہ فقہ کی کتاب ہے۔ تصوف کو فقہ باطن بھی کہا جاتا ہے۔ اس طرح تیسیرالشاغلین فقہ با طن کی کتاب ہے۔ اس کتاب میں نماز اور مختلف اذکار و وظائف کی رو حانی معنویت واضح کی گئی ہے۔ تیس راباب یعنی آخری باب خاص طور پر تصوف کے مباحث پر محیط ہے۔ یہ کتاب ہر اعتبار سے سلسلہ قادریہ کے لئے نصاب کی حیثیت رکھتی ہے، اور ایک مستند حوالہ ہے ۔فکری سطح پر یہ کتاب سید موسیٰ پاک شہید ؒ کے بصیرت افروزفرمودات سے معمور ہے۔ جہاں انہوں نے درویش کو ”ہاں اے درویش“ کہہ کر مخاطب کیا ہے۔ “[[34]](#endnote-34))تیسرالشاغلین میں آداب نماز اور اذکار وادعیہ اور تصوف کے مباحث میں درجہ ذیل مآخذ سے استفادہ کیا گیا ہے۔

قرآن مجید مثلاً سورة البقرہ، سورةالانعام، سورة الانفال،سورة الحدید ،سورةالمزمل سے آیات مبارکہ، احادیث نبویﷺمثلاً صحیح بخاری،صحیح مسلم ، سنن ابوداﺅد، سنن نسائی اور جامع ترمذی سے احادیث شریف۔

**اقوال حضرت الشیخ سید محی الدین عبدالقادر جیلانی ؒ**

 تیسیرالشاغلین میں اقوال حضرت محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی شرح کی گئی ہے۔ بحرالسرائر میں لکھا ہے کہ: حضرت سلطان الشہداءغوثِ ا لعالم شیخ موسیٰ پاک شہید قدس سرہ رااز راوییاست جامع حافل، شامل انواع اذکارودعوات کہ ازآباءواجداد کرام خود رااو راد ایشاں تصنیف کردہ اند بے نظیروعدیم المثیل است ہےچ وردی بایں متانت و زرائت وفصاحت و بلاغت و اسراع الاجابت و جامعیت دید ہ نمی شود"۔[[35]](#endnote-35)

**عہدتصنیف**

 تیسیرالشاغلین اکبری عہد میں غالباً985ھ کے بعد تحریر کی گئی اور یہ زمانہ انشاپردازی اور عبارت آرائی کا تھا۔ ڈاکٹر اسلم فرخی لکھتے ہیں کہ: جس عہد میں یہ کتاب تصنیف ہوئی وہ عبارت آرائی کے وفورانشا پردازی کے زور اور قافیہ پیمائی کے سرور کا عہد تھا-نثر لکھنے والے نثر کو شعر کی طرح سجاتے تھے اور عالم اپنی کتابوں میں دقیق پیرا یہ بیان اختیار کرتے تھے،تاکہ قاری کے دل میں ان کے علم و فضل کا سکہ بیٹھ جائے -اولیا اﷲ نے یہ طریقہ کار اختیار نہیں کیا کہ ان کا تعلق صرف خواص اہل علم سے نہیں تھا بلکہ ان بزرگوں کو تعلق خاطر تھا عوام سے اور انہی کی رہنمائی کو فرض اولین سمجھتے تھے چنا نچہ اولیاءاﷲ کی کتابیں اسی نقطہ نظر سے مرتب ہوئیں کہ سادگی اور سلاست کی وجہ سے ان کادائرہ اثر وسیع سے وسیع تر ہو۔اور ان کا فیض معنوی سے معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی محروم نہ رہے-تیسیرالشاغلین اسی نقطہ نظر سے مرتب کی گئی ہے اور اس کا فیض آج بھی پوری طرح نمایا ں ہے“[[36]](#endnote-36)

**درس محبت و حضوری**

احیاءاور اصلاح احوال کے لیے محبت اور حضوری خداکا درس دیا جو کہ ہر عہد کے لئے متاع حیات ہے، فرماتے ہیں : ہر کہ در طلب و محبت حق صادق بود علامتش آن بود کہ صرف اوقات خود واستغراق آن درمعاملات وطاعات اوبسیار نداندو ملول نشود۔چہ محب صادق ہر وقتیکہ فرصت سعادت ملاقات و امکان دولت مناجات با محبوب خودبیاید و در حضرت اومجال تضرعات و تملقات واتساع زمین بوسی و خدمتش حاصل کند غائت امانی ونہائت کامرانی خودشناسد ولا یعرفھا الا العاشقون[[37]](#endnote-37)

محب صادق کو تو ہر لمحے ملاقات کی سعادت ، اور اپنے محبوب کی حمد و ثنا کی دولت حاصل رہتی ہے اور وہ ہر لحظہ اس کی حضوری میں سجدہ ریز رہتا ہے، نیز اسے ایسا کمال قرب حاصل رہتا ہے کہ وہ سراپا عجز و انکسار اور اطاعت و فرماں برداری اور خدمت و عبادت بن جاتا ہے ۔اور اپنی کامیابی کی غایت اور کامرانی کی انتہا کو بھی اچھی طرح پہچانتا ہے ۔اسے سوائے عاشقوں کے اور کوئی نہیں جان سکتاجس طرح حضرت موسیٰ پاک شہید بادشاہ ہند اکبر کے شاہی دیوان خانوں میں بھی خود آذان دے کرباجماعت نماز پڑھاتے تھے اس طرح متوسلین کو خدا کے گھر مسجد میں باجماعت نماز سنت نبوی ﷺ کی پیروی میں ادا کرنے کی فضیل ت کی بھی ہدایت فرماتے : باید کہ ہر نماز از ہر نماز ہائے فرائض درمسجد بجماعت گز اردہ باشی تا از فضائل درغائت اقتدائے سنت سنیہ آن سرور صلے اﷲ علیہ وسلم بہرہ ورباشی فرض نمازوں میں سے ہر نماز مسجد میں باجماعت ادا کرنی چاہےے تاکہ رسول اللہﷺ کی بلندو بالا سنت کی پیروی کی فضیلتوں سے بہرہ ورہوکیونکہ اتباع رسول اﷲ ﷺ راہ ہدایت بھی ہے اور راہ نجات بھی اور اسی سے محبت اور حضوری ملتی ہے ، فرماتے ہیں کہ: ہر سنتے از سنتہائے آن سرور بمشابہ جدول دانی از دریائے وجود مسعود آن حبیب معبود ﷺ بنوعے منشعب شدہ کہ از مدد فیض انو جریان اودر زمین قلوب است محبوب محبت دریا حین یقین روید

 سچ تو یہ ہے کہ محبت ہر چیز کا مرکز و محور ہے ،فرماتے ہیں : بدانکہ حفظ آداب ہم ثمرہ محبت است وہم تخم محبت۔ جس کیلئے ریاءکاری، عجب نفس سے پرہیز اور عجز و نیاز لازمی ہے ،فرماتے ہیں: [[38]](#endnote-38) خودرا ازریاءو عجب دور کردن نفس کشی است

 کیونکہ کائنات کا حسن تو تہذیب اخلاق میں ہے اور حضرت موسیٰ پاک شہید نے اکبری عہد میں اسی کا درس تیسیرالشاغلین کے ذریعہ دیا ہے ، فرماتے ہیں : [[39]](#endnote-39)چہ مناط واصل این کار تہذیب اخلاق است

**زمانہ اشاعت**

 تیسیرا لشاغلین کے فارسی مخطوطے مختلف کتب خانوں میں موجودہ ہیں جس کی تفصیل نسخہ ہائی خطی پاکستان جلد سوم ازعرفان احمد منزوی میں ہے۔ منشی غلام محی الدین قادری قصوری کی کوشش سے تیسیرالشاغلین کا فارسی متن مطبع صدیقی فیروز پور انڈیا نے 1309 ہجری میں شائع کیا جبکہ ڈاکٹر مہر عبدالحق نے مطبوعہ تیسیرالشاغلین کا اردو میں ترجمہ کیا اور قاری غلام دستگیر حامدی نے تیسیرالشاغلین کے کتب خانہ نوشا ہیہ ساھن پال شریف (شرافت نوشاہی) اور کتب خانہ سرمیدانی (نعیم اختر ) میں موجودمخطوطات سے استفادہ کرتے ہوئے اس کی تصحیح کی جسے بیکن بکس ملتان نے 1416ھ / 1997ء میں شائع کیا۔ اِن مخطوطات کی کاپیاں مہیا کرنے پر محترم عارفنوشاہی صاحب کے شکرگزار ہیں ۔ تیسیرالشاغلین کی اشاعتِ جدید کو زبردست سراہا گیا۔

 مشہور برطانوی محقق اور کو نٹری یونیورسٹی کے مطالعہ جنوبی ایشیاءکے ریڈر ڈاکٹر ایان ٹالبوٹ لکھتے ہیں کہ:

Taiseer-ul-Shagileen by Hazrat Shaikh-ul-Kul Syed Musa Pak Shaheed Gilani, the Second edition of this important work on Islamic Spirituality is greatly welcomed. This is a well-written and illuminating work which is of interest both for academic Scholars and those engaged on a personal spiritual quest.

 تیسیرالشاغلین میں حضرت سید موسیٰ پاک شہید گیلانیؒ نے جو رُشدو ہدایات کے خطبات ارشاد فرمائے ہیں اُن کے فیوضات کو عام کرنے کے لئے پروفیسر ڈاکٹر خالق داد ملک نے بھی تیسیرالشاغلین کے مکھڈ شریف( کالا باغ کے حکیم بشیر گیلانی ) کے قلمی نسخہ سے استفادہ کرتے ہوئے اردو ترجمہ کیا ہے اس میں آیات قرآنی ،احادیث نبویﷺ اور اقوال ِ حضرت شیخ عبدلقادر جیلانی کا بھی عربی سے اردو میں ترجمہ کیا گیا ہے غالباً منہاج القرآن لاہور کے زیراہتمام طبع کیا جا رہا ہے ، اس سے حکمت و دانش کے چند اقتبا سات تبر کاً پیش ہیں

**دعا و سکوت**

 پہلے یہ بات جان لینی چاہئے کہ بعض نے دعا کو فضیلت دی ہے اور کچھ لوگوں نے سکوت و رضا کو دعا پر ترجیح دی ہے۔ مخر ا لذکر کا خیال ہے کہ سکوت میں خالص تسلیم و رضا ہے اور دعا میں اللہ تعالیٰ کی تقدیر و قضا پر ایک قسم کی شکایت اور عدم رضا کا پہلو پایا جاتا ہے۔ بندہ دعا کر کے گویا اپنے ارادے کو حق سبحانہ تعالےٰ کے اختیار و مشیت پر ترجیح دیتا ہے اور اس کی تدبیر و تقدیر پر اکتفا نہیں کرتا اس لئے وہ اس بات کو بارگاہ ایز دی کے آداب کو ترک کرنا سمجھتے ہیں ۔لیکن محققین نے دعا و سکوت میں سے ہرایک کی فضیلت کو مشروط قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اوقات مختلف ہیں ، بعض حالتوں میں سکوت سے دعا بدرجہ بہتر ہوتی ہے۔ جب بندہ دعا کرنے میں حضورِ قلب، انہماک ، شرح صدر اور رغبت و انس محسوس کرے اور اس کا دل دعاکی جانب اشارہ کرے تو سکوت سے دعا کئی درجے افضل و اعلیٰ ہے۔ اسی طرح بعض مخصوص اوقات میں طلب و دعا سے سکوت و سکون فائق ہوتا ہے اور اس بات کی شناسائی بھی وقت میں ہی ظاہرہوتی ہے۔ اگر بندہ اپنے دل میں انقباض اور رعب محسوس کرے یا استغراق و وجدان اور معرفت حال کی کیفیت طاری ہو اور دعا ان کیفیات کے مخالف و ناموافق ہو تو ایسے وقت میں دعا کے بجائے سکوت و سکون بہتر واو لیٰ ہے۔

 چونکہ دعا کا مقصود، تضرع وتذلل، عاجزی و انکساری، استعانت و استغاثہ اور اظہار احتیاج و عبودیت ہے تو سالک کو چاہئے کہ جن اوقات میں جو حالت موافق و معاون ہو اس کے مطابق عمل کرے خواہ دعا بزبان قال ہو کہ زبان سے اپنی حاجت طلب کرے یا بزبان حال ہو کہ بندے کی حالت خود عرض کناں ہو یا بزبان تعرض ہو کہ حق تعالیٰ کے ذکر اور مدح و ثنا میں منہمک ہو۔

**سحر گاہی**

 اے درویش! ہمہ تن گوش ہو کر سن! ماسویٰ کو دل سے غائب کراور قلب کو صرف اللہ کی یاد میں محو رکھنے کی کوشش کر بلکہ خیال کر کہ تیرا ایک سانس بھی ذکر حق کے بغیر باہر نہ آئے۔ اگر اپنی حالت پر دھیان نہ دے گا تو حسرت و افسوس کے سوا تجھ پر کچھ منکشف نہ ہوگا۔ اٹھتے بیٹھتے ،آتے جاتے، سفر و اقامت غرضیکہ ہر حالت و فعل اور ہر وضع و طور میں تیرے قلب و زبان کو ذکر الہٰی میں مشغول رہنا چاہئے تا کہ حق تعالیٰ کی بے پایاں رحمتیں ہر گھڑی تجھ پر برستی رہیں ۔ بالخصوص نیم شب، آخر شب اور وقت سحر کا خیال رکھ کیونکہ یہ وقت حصول مقصود و مطلوب کیلئے بہت افضل ہے۔ لہذا تجھے چاہئے کہ نالہ آہ سحر گاہی اور دعوات واستغفار کی کثرت کر و ،او ر اد ، ادعیہ و اذکار جو بزرگانقادریہ سے منقول ہیں اپنا معمول بناﺅاور وقت سحر کہو

الھم بک اصبحنا وبک امسینا وبک نحی وبک نموت والیک النشور۔ اے اللہ تعالیٰ ہم نے ابتدائے صبح بھی تیرے نام سے کی اور شام بھی تیرے ہی نام سے کی تیرے نام کے سہارے ہی جیتے ہیں اور ہماری موت بھی تیرے نام پر ہو گی اور تیری طرف ہی اٹھائے جائیں گے: رضیت باﷲ ربا و با لاسلام دینا و بمحمد نبیا، اللہ تعالیٰ کے رب ہونے اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر میں راضی ہوں۔

**آداب شیخ کامل**

 معلوم ہونا چاہیے کہ مرید کے لئے صحبت شیخ کے آداب کی رعایت لازم اور واجب ہے کیونکہ آداب کی رعایت کرنا دلوں کے کھینچنے اور مائل کرنے کا ذریعہ اور سبب ہے اور روح کے مشاہدات کا جمال او ر عقل کا کمال سوائے محاسن آداب کے کہ جو تہذیب اخلاق سے عبارت ہے حاصل نہیں کیا جا سکتا ۔جب مرید اپنے شیخ کی صحبت میں مودب ہوگا تو شیخ کے دل میں بھی اپنے مرید کے لئے محبت پید اہو گی اور منظور رحمت الٰہی ہو گا، شیخ کا دل برکات اور رحمت الٰہی کے نزول کا مقام ہے جب اس دل میں مرید کے لئے محبت پید ا ہو گی تو علی سبیل التواتر اور علی سبیل التعاقب اس دل سے جاری ہونے والا لامتناہی فیض مرید کے حال کو بھی شامل ہو جائے گا، مرید کو شیخ کا قبول کر لینا ، حق سبحانہ و تعالیٰ اور حضور ﷺ کی قبولیت پر صریح دلیل ہے اور یہ قبولیت اس بات کی صحیح علامت ہے کہ مرید کا شیخ جس سلسلہ طریقت سے نسبت رکھتا ہے اس سلسلہ کے تمام مشائخ اور بزرگوں نے بھی اس مرید کو قبول کر لیا ہے ۔ چونکہ شیخ کی تربیت کے حقوق کا بدلہ حسن ِادب کی رعایت کے بغیر نہیں ہو سکتا ہے اس لئے شیخ (جو مرید کا روحانی باپ ہوتا ہے) کی تعظیم و توقیر اور اس کے آداب کا خیال رکھناگویا اس کے حقوق میں سے ایک حق کا ادا کرنا ہے اور اس کے حقوق سے غفلت اور اہمال برتنا، عین تقصیر اور نافرمانی ہے۔ حدیث شریف میں ہےجس نے ہمارے بڑوں کی عزت نہ کی اور ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کھایا وہ ہم میں سے نہیں [[40]](#endnote-40)۔ لہذاپیر و مرشد کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کی مورث اور موصل ہے۔

**نتائج مقالہ**

اس کی ممکنہ نتائج درج ذیل ہیں:

١۔ تاریخ اسلام میں صوفیاءکرام کا کردار ہمیشہ روشن رہا ہے۔ ان کا طریقہ امت مسلمہ کے اسلاف، کبار صحابہؓ و تابعینؒ اور بعد کے لوگوں کے ہاں ہمیشہ حق و ہدایت کا راستہ رہا۔

٢۔ تصوف اور صوفیاءکے حوالہ سے ملتان کو تاریخ میں ایک منفرد مقام حاصل ہے۔

٣۔ حضرت شیخ الکُل سید موسیٰ پاک شہید قدس سرہ کے حالات کے بارے با وثوق ذریعہ بحر ا لسرائر فارسی قلمی نسخہ ہے۔

٤۔ شیخ موسیٰ گیلانیؒ اکبری دربارکے منصب دار ہونے کے باوجود راسخ العقیدہ اورقدامت پسند تھے۔

٥۔ حضرت موسیٰ پاک شہید کا حلقہ ارادت کا فی وسیع تھا، اور بلخ، بخارا، توران، ایران اورافغانستان ، ہندوستان تک پہنچ گیاَ۔

٦۔ حضرت مو سیٰ پاک شہید گیلانی قدس سرہ العزیز نے اپنی تصنیف منیف تیسیرالشا غلین میں انسانی تہذیب کے لئے اپنے ارشادات کے ابلاغ کے لئے ”درویش“ کو مخاطب کر کے اذکار و ادعیہ اور نصائح سے سرفراز فرمایا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایک پُرتاثیر علمی و روحانی رُشدو ہدایت کی محفل کو حضرت ِ قد س سرہ نے زیب و زینت عطا کی ہوئی ہے اور تدریس و اصلاح کے لئے وعظ وتلقین کے فیوضات کے خطبات ارشاد فرما رہے ہیں ۔تیسیرالشاغلین کو سلسلہ عالیہ قادریہ کی علمی وروحانی نصاب کی حیثیت حاصل ہے ۔

٧۔ حضرت مو سیٰ پاک شہید کی نظر میں پیر و مرشد کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کی مورث اور موصل ہے۔

1. **مآخذ ومراجع**

 زبدة الآثار ، از شیخ عبدالحق دہلویؒ، ترجمہ پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی، مکتبہ نبویہ، مسعود پرنٹرز، میکلوڈ روڈلاہور،1993صفحہ 127،128 [↑](#endnote-ref-1)
2. جدید تاریخ اوچشریف از علامہ دین محمد عباسی ، ادارہ معارف اولیاء، اوچ شریف صفحہ نمبر42 [↑](#endnote-ref-2)
3. رُود کوثر از شیخ محمد اکرام، ادارہ ثقافت اسلامیہ، کمبائن پرنٹرز لاہور، 1992ءصفحہ نمبر63 [↑](#endnote-ref-3)
4. خزینتہ الاصفیاءاز مفتی غلام سرور لاہوری،جلد اول،مترجمین،مفتی محمود عالم ہاشمی،علامہ اقبال فارقی،المعارف گنج بخش روڈ لاہور،بار اول،محرم 1392ھ،صفحہ 190 [↑](#endnote-ref-4)
5. حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی از خلیق احمد نظامی، پروفیسر آف ہسٹری، مسلم یونیورسٹی [↑](#endnote-ref-5)
6. اخبارالاخیار از شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اردو ترجمہ اردو ترجمہ مولانا محمد عبدالاحد قادری، ممتاز اکیڈمی چوک اردو بازار لاہور۔صفحہ نمبر497 [↑](#endnote-ref-6)
7. خطہ پاک اوچ از مسعود حسن شہاب، اردو اکیڈمی بہال پور،2009، صفحہ نمبر167 ، صفحہ نمبر168 [↑](#endnote-ref-7)
8. تاریخ ملتان دوم از مولانا نور احمد فرید ی، قصرِ اداب ، رائٹرز کالونی ملتان،1972ئ، صفحہ نمبر22 [↑](#endnote-ref-8)
9. - اخبار الاخیار از شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ،مترجم مولانا محمد عبدالاحدقادری ، ممتاز اکیڈمی چوک اردو بازار لاہور ، صفحہ نمبر506 [↑](#endnote-ref-9)
10. تاریخ ملتان ذیشان از منشی عبدالرحمان خان،عالمی ادارہ اشاعت علوم اسلامیہ ،چہلیک،ملتان،1985،صفحہ نمبر 199،69 [↑](#endnote-ref-10)
11. حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی از خلیق احمد نظامی،پروفیسر آف ہسٹری، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ند وة المصنفیں اردو بازار دہلی انڈیا،صفحہ نمبر 132،953 [↑](#endnote-ref-11)
12. بر صغیر میں مسلم فکر کا ارتقاءاز قاضی جاوید ،ادارہ ثقافت پاکستان لاہور،طبع اول 1997ءصفحہ نمبر 123-124 [↑](#endnote-ref-12)
13. تاریخ ملتان جلد دوم از مولانا نور احمد فرید ی قصرِ ادب رائٹرز کالونی، ملتان 1972، صفحہ نمبر107،108 [↑](#endnote-ref-13)
14. شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ موضوعاتی مطالعہ از ڈاکٹر محمد یونس قادری۔ شعبہ سیاسیات کراچی یونیورسٹی۔ مکتبہ الحق کراچی۔ اپریل 2007 ، صفحہ نمبر439 [↑](#endnote-ref-14)
15. غوث اعظم از قاضی بر خودار ملتانی کتب خانہ خضر منزل ملتان 1927 ء [↑](#endnote-ref-15)
16. مدارج النبوة از شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اردو ترجمہ مفتی غلام معین الدین نعیمی، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، 1974ئ، صفحہ نمبر 40 ،41 [↑](#endnote-ref-16)
17. حیات شیخ عبدالحق محدث دہلویؒاز خلیق احمد نظامی،پروفیسر اف ہسٹری ،مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔ انڈیادارالمصنفین، اردو بازار دہلی صفحہ نمبر134 [↑](#endnote-ref-17)
18. ۔اخبارالاخیار از شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اردو ترجمہ مولانا محمد عبدالاحد قادری،ممتاز اکیڈمی، اردو بازار لاہور، صفحہ نمبر506 [↑](#endnote-ref-18)
19. ۔تاریخ ملتان ذیشان، از منشی عبدالرحمن خان ، عالمی ادارہ اشاعت علوم اسلامیہ،ملتان1985 صفحہ199 [↑](#endnote-ref-19)
20. تاریخ ملتان جلد دوم، از مولانا نور احمد فرید ی، قصرِ ادب رائٹرز کالونی، ملتان 1972، 113 [↑](#endnote-ref-20)
21. تیسرالشاغلین اردو ترجمہ،بیکن بکس ملتان1997ء/ ماہنامہ درویش لاہور، صفحہ نمبر76 [↑](#endnote-ref-21)
22. زبدة الآثار از شیخ عبدالحق محدث دہلوی مسعود پرنٹرمیکلوڈروڈ، لاہور1993 ،صفحہ نمبر52 [↑](#endnote-ref-22)
23. منقولات حضرت موسیٰ پاک شہید ؒ (اخذ بحرالسرائر )،اردو ترجمہ مولانا منظور حسین مرتضوی، غیر مطبوعہ [↑](#endnote-ref-23)
24. بحرالسرائر قلمی فارسی از سید سعداﷲ رضوی(ساداتِ گیلانی ملتان کا تذکرہ)شمارہ نمبر36771، پبلک لائبریری باغ لانگے خان ملتان [↑](#endnote-ref-24)
25. منقولات حضرت موسیٰ پاک شہید ؒ (اخذ بحرالسرائر )،اردو ترجمہ مولانا منظور حسین مرتضوی، غیر مطبوعہ [↑](#endnote-ref-25)
26. تاریخ ملتان جلد دوم از مولانا نور احمد فرید ی،قصرِ ادب رائٹرز کالونی، ملتان 1972ء، صفحہ نمبر121 [↑](#endnote-ref-26)
27. غوث اعظم از قاضی برخوردار ملتانی ، قطب خانہ خظر منزل ملتان، 1927، صفحہ نمبر342 ، 345 [↑](#endnote-ref-27)
28. شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ موضوعاتی مطالعہ از ڈاکٹر محمد یونس قادری۔ شعبہ سیاسیات کراچی یونیورسٹی۔ مکتبہ الحق کراچی۔ اپریل 2007 ، صفحہ نمبر439 [↑](#endnote-ref-28)
29. اخبارا لاخیارفارسی،از شیخ عبدالحق محدث دہلوی، فاروق اکیڈمی گمبٹ، خیرپور سندھ/ تیسرالشاغلین اردو ترجمہ،بیکن بکس ملتان، صفحہ نمبر330 [↑](#endnote-ref-29)
30. حیات شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ از خلیق احمد نظامی پروفیسر اف ہسٹری ،مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔ انڈیا ، دارلمصنفین اردو بازار 1953 ، صفحہ نمبر132 [↑](#endnote-ref-30)
31. غوث اعظم از قاضی بر خودار ملتانی کتب خانہ خضر منزل ملتان 1927 ء [↑](#endnote-ref-31)
32. مدارج النبوة از شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اردو ترجمہ مفتی غلام معین الدین نعیمی، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، 1974، صفحہ نمبر 40 ،41 [↑](#endnote-ref-32)
33. شیخ عبد الحق محدث دہلوی ؒ،موضوعاتی مطالعہ از ڈاکٹر محمد یونس قادری ، مکتبة الحق کراچی،2007ء،صفحہ نمبر 140,141 [↑](#endnote-ref-33)
34. سرائیکی وسیب (یاد گاری اشاعت 2010)سرائیکی ایریا سٹڈی سنٹر بہاءالدین زکریا یونیورسٹی ملتان۔صفحہ نمبر17 ،19 ، 20 [↑](#endnote-ref-34)
35. بحرالسرائر از سےد سعد اﷲ رضوی (قلمی)، شمارہ نمبر36771پبلک لائبریری باغ لانگے خان، ملتان [↑](#endnote-ref-35)
36. تعارفی مضمون از ڈاکٹر اسلم فر خی (اردو یونیورسٹی) برائے تیسیرالشاغلین اردو ترجمہ، بیکن بکس، ملتان1997، صفحہ نمبر14 [↑](#endnote-ref-36)
37. تیسیرالشاغلین،فارسی،مطبوعہ فیروزپور روڈ ،انڈیا1309 [↑](#endnote-ref-37)
38. تیسیرالشاغلین اردو ترجمہ، بیکن بکس، ملتان1997 ، صفحہ نمبر105 [↑](#endnote-ref-38)
39. (فارسی) مطبع صدیقی، فیروز پور، انڈیا۔1309 [↑](#endnote-ref-39)
40. تیسیر الشاغلین اردو ترجمہ قلمی از پروفیسر ڈاکٹر خالق داد ملک صدر شعبہ عر بی گورنمنٹ اورنٹیل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔ [↑](#endnote-ref-40)